یہ احترام اللہ اللہ!

شاہ بلیغ الدین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے تشریف لائے تو مکہ اور اطراف مکہ کے نہ جانے کتنے لوگوں نے آپؐ کو دیکھا۔ ظالموں پر آپؐ کی مہربانیاں دیکھیں۔ کٹر دشمنوں سے محبت کا سلوک دیکھا۔ خدا کے گھر کو خدا کا گھر بنتے دیکھا۔ ایک دنیا اُسی وقت ایمان لے آئی۔ کچھ ایسے بھی تھے جن کے دل میں یہ چنگاری تو اسی وقت سلگ اٹھی لیکن کچھ مصلحتیں تھیں کہ انتظار کی گھڑیاں گنتے رہے۔ انھی میں عبدالعزیٰ بھی تھے--- یتیم!

چچا نے پرورش کی۔ بڑے ہوئے تو چچا نے ایک غلام' کچھ بکریاں اور کچھ اونٹ دیے۔ بھتیجے کو اتنا کچھ دے دیا کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے۔ ہوشیار بھتیجے نے اپنی محنت سے کاروبار کو خوب پھیلایا اور اپنے قبیلے مزینہ میں بڑا نام پیدا کیا۔ یوں عبدالعزیٰ کی دنیا تو سنبھل گئی لیکن آخرت کے سنورنے کا کوئی سامان پیدا نہ ہوا۔ چچا بت پرست اور بڑا پکا بت پرست۔ حد یہ کہ فتح مکہ کے بعد اسلام کا ایک سے ایک بڑا دشمن ایمان لے آیا لیکن اس کے دل پر مہریں ہی لگی رہیں۔ بھتیجے نے سوچا تھا شاید فتح مکہ کے بعد میرے چچا کا دل پھر جائے گا لیکن ایسا نہ ہوا۔ آخر ایک دن بھتیجا چچا کے پاس پہنچا۔ بہت سوچ بچار کے بعد طے کر لیا کہ کیا کرنا ہے اور بولا: برسوں اس انتظار میں گزر گئے کہ کبھی تو آپ بت پرستی سے توبہ کر لیں گے اور خدا کو ایک مان لیں گے' لیکن ابھی تک وہ وقت نہیں آیا۔

چچا نے کہا: تو پھر!

جواب ملا: پھر یہ کہ مجھے اجازت دیجیے۔ زندگی کا کیا بھروسا! آج ہے کل نہیں۔ میں تو اب مسلمان ہو جانا چاہتا ہوں۔

چچا کے تیور بگڑے۔ جس نے پالا پوسا' بڑا کیا' زندگی بنائی' اب اُسے سبق پڑھایا جا رہا تھا۔ یہ سوچ کر چچا کا غصہ اور بھی بھڑکا۔ تپاک سے بولا: یہ تیرے کپڑے' تیرے رہنے کے مکان' سب سازوسامان میرا ہے۔ ایک ایک چیز جو تیرے پاس ہے میری دی ہوئی ہے۔ اچھی طرح سوچ لے اس میں سے ایک چیز بھی

تیرے پاس نہ رہے گی۔ بیٹا! باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنا ہنسی کھیل نہیں۔

جواب ملا: بالکل سچ! ہر چیز آپ کی ہے، آپ کی نذر ہے، مجھے کچھ نہیں چاہیے ؂

بت خانۂ چیں ہو گر تیرا گھر مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم

اب جو یہ اللہ کا بندہ چچا کے پاس سے اٹھا تو اس کی ایک ایک چیز لوٹا دی حتیٰ کہ جسم کے کپڑے بھی۔ ماں کے پاس اس حال میں آیا کہ ماں نے دیکھا تو چونکیں۔ بیٹے نے کہا: ایک کپڑے کی ضرورت ہے، دے دیجیے۔

ماں نے حیرت سے پوچھا: بات کیا ہے؟ بولے، میرا دل پلٹ گیا ہے۔ اب بت پرستی نہیں ہوتی۔ میں تو مدینہ جاؤں گا، ایمان لے آؤں گا۔ ماں نے ایک کمبل دے دیا۔ اسے پھاڑ کر دو ٹکڑے کیے۔ ایک کا تہ بند بنالیا، ایک جسم پر ڈال لیا اور مدینہ کی راہ لی۔

زندگی کے اتنے دن اور اتنی راتیں کفر کے اندھیارے میں گزری تھیں۔ اس کا بڑا افسوس تھا۔ مدینہ پہنچ کر مسجد نبویؐ میں قدم رکھا تو اللہ کے فضل سے شب کی سیاہی چھٹ رہی تھی اور پو پھٹ رہی تھی۔ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ انتظار کی چند گھڑیاں رہ گئی تھیں لیکن انھیں گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر تشریف فرما ہوئے تو دربار نبویؐ سجا۔ آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ حاضر باشوں میں ایک اجنبی بھی موجود ہے۔ کمبل کے دو ٹکڑوں سے جسم کو ڈھانپ رکھا ہے۔ دریافت فرمایا: کون ہو؟

اجنبی نے عرض کیا: مسافر ہوں۔ عبدالعزیٰ میرا نام ہے۔ سلام کی نیت سے حاضر ہوا تھا۔ شکر ہے کہ آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھنے کی سعادت بھی حاصل ہو گئی۔

ارشاد ہوا: آج سے تمھارا نام عبداللہ ہے اور ذوالبجادین لقب! "ذوالبجادین" یعنی دو کپڑوں والا! پھر ارشاد ہوا: میرے دروازے پر رہا کرو۔ حضرت عبداللہؓ اصحاب صفہ میں شریک ہو گئے۔ صفہ چبوترے کو کہتے ہیں۔ مسجد نبویؐ کے ایک طرف ایک چبوترہ تھا جہاں اہل ایمان پڑھتے لکھتے اور ذکر و عبادت میں مصروف رہتے۔ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی۔ کل تعداد ۴۰۰ تک پہنچی تھی لیکن ایک وقت میں کبھی یہ تعداد نہیں ہوئی تھی۔

حضرت عبداللہؓ کی زندگی کے یہ دن بڑے ذوق و شوق اور جذب و مستی کے دن تھے۔ یہی زمانہ تھا کہ تبوک کی لڑائی کے لیے تیاریاں ہونے لگیں۔ یہ بھی خدمت نبویؐ میں پہنچے۔ عرض کیا یارسولؐ اللہ! دعا فرمایئے کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ ابھی ایمان لائے دن ہی کتنے ہوئے تھے! لیکن جہاد کے نام پر آگے آگے تھے۔ یہی تو وہ مقام ہے جہاں ایمان کا امتحان ہوتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج

(النساء ۴:۷۶) جو پکا ایمان رکھتے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔

ان کے جذبۂ سرفروشی کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ کسی درخت سے تھوڑی چھال اتار لاؤ! عبداللہؓ دوڑے دوڑے گئے اور چھال کا ایک ٹکڑا لے آئے۔ آپؐ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور فرمایا: خداوندا! میں کافروں پر اس کا خون حرام کرتا ہوں! ذوالبجادین نے سنا تو اپنی قسمت پر آنسو بہانے لگے۔ بولے: افسوس کہ دل کی تمنا دل ہی دل میں رہی جاتی ہے!

ارشاد ہوا کہ مسلمان جہاد کی نیت سے نکلے اور بیماری سے مرجائے تو ایسے میں بھی اسے اللہ شہادت کا درجہ نصیب کرتا ہے۔

حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا مطلب تھا، تبوک پہنچ کر معلوم ہوا۔ اسلامی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ لڑائی کے کوئی آثار نہ تھے۔ شہادت کی حسرتیں دل کی دل میں رہ گئیں۔ مسلمان لوٹنے والے تھے کہ یکایک حضرت عبداللہؓ بیمار پڑے--- ایسے سخت کہ دیکھتے ہی دیکھتے چٹاپٹ ہو گئے۔ ایمان لانے کے بعد پہلا ہی جہاد تھا۔ بغیر لڑے خدا نے آپ کو شہادت کا درجہ عطا فرمایا۔

حضرت بلال حارثؓ مزنی نے ذوالبجادین کے دفن کا حال دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ رات کا وقت تھا۔ حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ان کی میت کو قبر میں اتار رہے تھے۔ سرور کونینؐ بنفس نفیس قبر میں اترے اور ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کا پورا احترام کرو! حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے ان کا منہ قبلے کی طرف کیا اور باہر نکل کر دعا فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے سنا۔ ارشاد نبویؐ تھا کہ الٰہی آج کی شام تک میں اس سے خوش رہا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ پھر آپؐ نے اُن کی قبر پر اینٹیں رکھیں----- یہ نصیب، اللہ اکبر! یہ اللہ کی دین ہے، جسے چاہے سرفراز کرے۔ ایک حضرت عمروؓ بن وقش تھے۔ سیدھے میدان احد میں آئے، کلمہ پڑھا، تلوار سونتی، میدان میں کود پڑے اور بے جگری سے لڑتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: عمل تھوڑا کیا لیکن صلہ بہت پایا۔ یہی کچھ حال حضرت عبداللہؓ ذوالبجادین کا بھی تھا (زیر اشاعت کتاب ہوم الف لام میم کا ایک باب)۔